فرح نورین☆

خطوط اقبال اور مباحث تصوف

Iqbal's Letters and Discussions of Sufism

Abstract:

Allama Iqbal awoke the Muslim Umma. Iqbal was a true Muslim. He induced the Muslims with the real Spirit of Islam with his inspiring poetry. Iqbal's letters are of great importance. These letters reflect his religious thoughts. He pointed out the non-Islamic features of mysticism. Iqbal has no objection on Islamic mysticism but on Persian mysticism. His letters clearly differentiate Islamic mysticism and Persian. He gives the lesson of Jihad rather than Monasticism. He insists and preaches for Islamic revolution.

Keywords: Letters of Iqbal, Islamic Thoughts, Islamic Mysticism, Persian Mysticism, Monasticism.

بیسویں صدی سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال اردو اور فارسی زبان کے قادرالکلام شاعر اور عظیم مفکر ہیں۔ علامہ اقبال کے اعلیٰ و ارفع افکار و خیالات کے پیش نظر انہیں حکیم الامت، دانائے راز، ساقی ملت، ترجمان حقیقت اور نیر اقبال ملت کے القابات و خطابات سے نوازا گیا۔ افکار اقبال میں خاصا تنوع ہے اور اس تنوع میں وحدت قائم رکھنا اقبال کا خاصہ ہے (1) علامہ اقبال کے فکر میں موجود

☆لیکچرار اردو، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج آف کامرس بہاول نگر

توانائی اور حرارت نے امت مسلمہ کو خواب گراں سے جگایا۔ مسلمانوں کو حقیقی اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کا فریضہ بخوبی نبھایا۔ اقبال کی آواز اتنی توانا اور مؤثر ہے کہ اس میں آج بھی عالم اسلام کی ذہنی و فکری نشوونما میں اہم کردار ادا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

علامہ اقبال کے تفکر کی گہرائی اور وسعت جو ان کے کلام کا خاصہ ہے کے مطالعہ اور تفہیم میں خطوط اقبال کی اہمیت مسلمہ ہے۔ خطوط اقبال، علامہ کے فکری ولولے، جوش اور پختگی کے مظہر ہیں۔ خطوط اقبال کی علمی، ادبی، تاریخی، سیاسی، مذہبی اور گوناں گوں افادیت کے پیش نظر ان کے متعدد مجموعہ ہائے خطوط منصۂ شہود پر آچکے ہیں۔

علامہ اقبال کے کئی خطوط ایسے ہیں جن میں ان کے دینی، سیاسی، مذہبی، تعلیمی اور ادبی افکار و خیالات بکھرے ہوئے ہیں۔ علامہ کی شعری و نثری تخلیقات کے مفاہیم و مطالب کی تفہیم کو پر لطف بنانے میں ان کے خطوط کلیدی حیثیت کے حامل ہیں۔ اقبال فہمی اور اقبال شناسی خطوط اقبال کے عمیق مطالعے کے بغیر نامکمل اور ناممکن ہے۔ بقول رفیع الدین ہاشمی:

> "اقبال نے اپنے مکتوب الیہم کے ساتھ قرآن، حدیث، فقہ، تصوف اور دین و شریعت کے مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیال کیا ہے۔"(2)

علامہ اقبال کو قرآنی تعلیمات سے خاص شغف رہا ہے۔ اُن کی تخلیقات سے عیاں ہوتا ہے کہ اسلام کے ساتھ انہیں بے انتہا محبت ہے۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی ہونے پر فخر کرنے والے علامہ کی اسی عقیدت نے انہیں پوری ملت اسلامیہ کے لیے قابل فخر بنادیا۔ ان کے مذہبی عقائد و افکار کی نوعیت سمجھنے میں ان کے خطوط کا مطالعہ سود مند ہے۔ 8 جون 1918ء کو کیپٹن منظور حسین کے نام لکھے گئے خط میں ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ اپنے خیالات مسلمانوں کے دلوں میں موجزن کرنے کے خواہش مند ہیں۔(3)

مسلمانوں کی دین اسلام سے دوری کا درد انہیں سلگاتا رہا۔ خطوط اقبال کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ احیاء و تجدید اسلام ان کا مقصود حیات رہا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی دنیاوی اور اُخروی فلاح و کامیابی اسلام سے جڑے رہنے میں ہے۔

علامہ اقبال کے پر لطف خطوط فلسفہ و حکمت سے مملو ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ روحانی زندگی کو فوقیت دی۔ فکر اقبال کے سوتے قرآن و سنت سے پھوٹے ہیں۔ علامہ کے خطوط میں مذہبی رنگ بہت گہرا ہے۔ جن میں تصوف کے مباحث پر سیر حاصل گفتگو ملتی ہے۔ بقول سید مظفر حسین برنی:

"اسرار خودی کی اشاعت کے بعد ان کے نظریہ تصوف کے بارے میں جو مباحث پیدا ہوئے ان سب امور کو تاریخی ترتیب کی روشنی میں اب اور زیادہ وضاحت سے سمجھا جاسکتا ہے۔(4)

ذہنی پختگی، وسعت مطالعہ اور تجرباتِ زندگی، انسانی فکر میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں۔ علامہ اقبال کے نظریات و افکار میں بھی وقت گزرنے کے ساتھ تبدیلی رونما ہوئی۔ تحقیق میں خطوط کا شمار معتبر اور مستند ماخذات میں سر فہرست رہا ہے علامہ کے افکار کے تنوع اور ان میں مرحلہ وار رونما ہونے والی تبدیلیوں کے تفصیلی تجزیے میں خطوط اقبال کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔

علامہ اقبال نے انیسویں صدی کی آخری چوتھائی میں جب آنکھ کھولی تو گردوپیش کی دنیا میں مغربی افکار اور تہذیب کا چلن عام تھا۔ انسان اور مذہب کا باہمی تعلق کمزور پڑ رہا تھا۔ آج بھی مسلمان جس مضمحل اور خوں آشوب دور سے گزر رہے ہیں اس کی بنیادی وجہ حقیقی روح اسلام سے اُن کی دُوری ہے۔

بنو عباس کے دور حکومت میں یونانی علوم و فنون مسلمانوں کی توجہ کا مرکز بنے۔ اس عہد میں یونانی فلسفہ و حکمت کو عربی زبان میں منتقل کیا گیا۔ ان علوم سے مذہب اور عقل کے درمیان ٹکراؤ کی کیفیت پیدا ہوئی۔ یوں عقل نے نہ صرف مذہب سے بغاوت کی بلکہ اسے اپنے تابع کرنے کی راہ ہموار کی۔ 11 ستمبر 1914ء کو خان نیاز الدین خاں کے نام خط میں اقبال نے مذہب کا مقصود عمل کو قرار دیا اور واضح کیا کہ مذہب کا منصب انسان کے عقلی اور دماغی تقاضوں کو پورا کرنا نہیں۔(5)

مسلمان عجمی تصوف سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے مذہبی عقائد و عبادات کی توضیح کے لیے عقلی استدلال پر زور دیا۔ مذہب کا عملی پہلو غائب ہونے سے ان کی زندگیوں میں مذہب کی اہمیت ختم ہو گئی اور مذہب ایک رسم بن کر رہ گیا۔ ان حالات میں اقبال نے تصوف کے وجود کو سرزمین اسلام میں ایک اجنبی پودا قرار دے کر اسے عجمیوں کی دماغی اختراع قرار دیا۔(6)

عقلیت کے اس دور میں اسلامی تصوف میں خود ساختہ نوعیت کے اجزاء شامل ہو گئے۔ جس سے دین کی اصل شکل مسخ ہو گئی۔ اسلامی تصوف کی جگہ عجمی تصوف نے لے لی جس کی بنیاد یونانی فلسفے پر استوار ہوئی۔ عجمی تصوف نے دین اسلام کی تعلیمات کے منافی عقائد کا پرچار کیا۔ قرآن حکیم کے پیغام کو نظر انداز کر کے مسلمان عجمی تصوف کے پر فریب جال کے اسیر ہو گئے۔ 2 جون 1922ء کو مولانا عبد الماجد دریابادی کو علامہ اقبال نے لکھا کہ وہ کلمہ حق کہنے سے باز نہیں رہ سکتے۔(7)

اسلام بھی مسلمان سے یہی توقع رکھتا ہے اس لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم دیتا ہے۔ علامہ اقبال جیسے درد مند دل رکھنے والے مفکر اسلام اور شیدائی اسلام، اسلامی تصوف کی اس بگڑی صورت کی حقیقت افشا کرنے سے کیونکر اغماض برت سکتے ہیں۔

علامہ اقبال نے 10 نومبر 1919ء کے خط بنام سید سلیمان ندوی میں اپنا مقصد حیات شہرت اور ناموری کی بجائے اسلامی حقائق کی اشاعت کو قرار دیا۔(8)

علامہ اقبال "تصوف کا مقصد نفس کی تطہیر اور باطنی پاکیزگی کو قرار دیتے ہیں"۔(9) تصوف کے اصطلاحی معنی نفس کا تزکیہ و تجلیہ کرنا ہے۔ تصوف اپنے رب سے ملنے کے اشتیاق کو جلا بخشتا ہے اور یہی وصل الٰہی کا جذبہ صوفی کا منتہائے مقصود ٹھہرتا ہے۔

تصوف اور صوفیا سے اسلام کو بے تحاشا فائدہ پہنچا۔ اقبال کا ماننا ہے کہ صوفیائے عظام نے ہی ہندوستان میں اسلام کو رونق بخشی۔ انہوں نے اپنے حسن عمل اور اخلاق محمدی ﷺ کے ذریعے اسلام کی اشاعت کی۔ ہندوستان میں اسلام کا پھیلنا تصوف کی اعلیٰ اخلاقی قدروں اور صوفیا کے فیوض و برکات کا ثمر ہے۔(10)

تصوف خدا کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر اس ذات باری تعالیٰ سے ملنے اسے پانے اور دریافت کرنے کی جستجو اور لگن کا نام ہے۔ اس آرزو کے پیچھے اپنے مالک حقیقی سے لامحدود اور بے انتہا محبت کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔

عشق الٰہی ابتداء ہے جس کی انتہا دیدارِ الٰہی کے انعام کی صورت میں مومن کو ملتی ہے۔ بعض صوفیا کے نزدیک تصوف رسول ﷺ کی غار حرا کی خلوت، تصوف یا ولایت ہی کا دور تھا جو نبوت کا پیش خیمہ بن گیا۔(11) اللہ کے احکام کا نفاذ اور دین کی سربلندی رسول پاک ﷺ کا مطمح نظر رہا۔

آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی خدا کے پیغام کو زبانی اور عملی ہر دو صورتوں میں دوسروں تک پہنچانے میں وقف کر دی۔ علامہ اقبال نے غیر اسلامی تصوف (عجمی تصوف) کے لوازمات، تعلیمات اجزاء اور مقاصد کو کیوں رد کیا؟ اس حوالے سے مباحث تفصیلاً ان کے خطوط میں درج ہیں۔

ہندو دھرم اور بُدھ مت سے متاثر عجمی تصوف اقبال کے لیے قابل قبول نہیں۔ انہوں نے اسلام کی سربلندی اور اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے کا اعلان کیا۔ اس حوالے سے اقبال کا نمائندہ شعر درج ذیل ہے:

میں ظلمت شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہو گی آہ میری نفس میرا شعلہ بار ہو گا
(۱۲)

علامہ اقبال کے یہاں تصوف کی کشش بھی دکھائی دیتی ہے اور اس سے گریز کا رویہ بھی۔ اس کی وضاحت 19 جولائی 1914 ء کو سراج الدین پال کو لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کی بڑی بد بختی یہ ہے کہ لوگوں نے نہایت بے دردی سے قران اور اسلام میں ہندی اور یونانی تخیلات داخل کر دیے ہیں کاش کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں۔"(۱۳)

آخری نبی ﷺ الزمان نے اپنی پوری زندگی صفات حمیدہ اور اعلیٰ اخلاق اپنانے اور رذائل اخلاق سے پرہیز کرنے کی تبلیغ کی۔ اسلامی تصوف اخلاق حسن سے عبارت ہے۔ یوں آنحضرت ﷺ نے اپنی ساری زندگی تصوف کا ہی درس دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد انسانوں کے قلوب کی اصلاح ٹھہرا۔ یہی باطنی تطہیر تصوف کا خاصہ ہے۔

اسلامی تصوف کے وہ لوازمات جو دین اسلام کا معجزہ ہیں انہیں بعد میں بزرگان دین اور صوفیاء کرام نے اپنی تبلیغ کا مرکز بنایا۔ اقبال اس تصوف کے حامی ہیں۔ علامہ اقبال کو علماء اور صوفیا سے عقیدت تھی جو انہیں ورثہ میں اپنے والد گرامی شیخ نور محمد سے ملی۔ علامہ نے ان سے اخلاقی تربیت بھی حاصل کی اور روحانی فیض بھی۔(14) اقبال بزرگان دین کی تکمیل دین کے حوالے سے خدمات کے معترف ہیں۔ اس لیے وہ صوفیا علماء اور درویشوں سے ملنے کے ہمیشہ متمنی رہے اور اپنی اس خواہش کا اظہار انہوں نے اپنے متعدد خطوط میں کیا ہے۔ 13 اکتوبر 1914 ء کو خط بنام کشن پرشاد میں لکھا:-

"لاہور میں کچھ عرصے سے ایک بہت بڑے ایرانی عالم مقیم ہیں یعنی سرکار علامہ شیخ عبدالعلی تہرانی عالم متبحر ہیں مطالب قران بیان کرتے ہیں تو سمجھنے سوچنے والے لوگ حیران رہ جاتے ہیں کبھی کبھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہوں(۱۵)۔"

6 دسمبر 1914 ءکے خط میں اقبال، کشن پرشاد کو دربار پیر سنجر کی زیارت کا مشورہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ خود بھی اپنے تخیل کے زور پر اس مقدس مقام کی زیارت سے فیض یاب ہو چکے ہیں(16)۔

دین اسلام صالحین ,خاشعین اور متقین کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔اسلامی عقائد میں ہونے والی ملاوٹ نے اقبال کو تشویش میں مبتلا کیا ۔عجمی تصوف کی حقیقت سے مسلمانوں کو خبر دار کرنے کی غرض سے 19 جنوری 1914 ء کو خان نیاز الدین خان کو لکھا:-

> "فلسفہ افلاطون کی ایک بگڑی ہوئی صورت ہے۔جس کو ایک پیروPlotinusنے مذہب کی صورت میں پیش کیا۔ مسلمانوں میں یہ مذہب عیسائیوں کے تراجم کے ذریعے سے پھیلا اور رفتہ رفتہ مذہب اسلام کا ایک جزو بن گیا ۔میرے نزدیک یہ تعلیم قطعاً غیر اسلامی ہے۔ قران کریم کے فلسفے سے اسے کوئی تعلق نہیں ۔تصوف کی عمارت اسی یونانی بیہودگی پر تعمیر کی گئی۔"(17)

اقبال یونانی ادب وفلسفہ اور اس سے جنم لینے والے گمراہ کن تصوف کے منفی اثرات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک قوم کو میٹھی نیند سلا کر غفلت میں مبتلا کرنے والا یہ تصوف قوم کے لیے ہلاکت خیز ہے۔عجمی تصوف کے زیر اثر پروان چڑھنے والی قوم کے حوصلے پست ہوتے ہیں۔ مولوی سراج الدین کو عجمی تصوف کے مہلک اثرات کے متعلق لکھا:-

> "حقیقت یہ ہے کہ کسی مذہب یا قوم کے دستور العمل و شعار میں باطنی معنی تلاش کرنا یا باطنی مفہوم پیدا کرنا اصل میں اس دستور کو مسخ کر دیتا ہے۔ یہ ایک نہایت subtle طریق تنسیخ کا ہے اور یہ طریق وہی قومیں ایجاد یا اختیار کرتی ہیں جن کی فطرت گوسفندی ہو۔"(18)

عجمی تصوف کے زیر اثر مسلمانوں میں بہادری اور جرأت مندی جیسے حیات افزا اوصاف مفقود ہو گئے۔بے باکی کی صفت میں شان مسلمانی پنہاں ہے۔ اس لیے اقبال مسلمان قوم کو شجاعت کا سبق پڑھاتے ہیں۔ علامہ اقبال تصوف میں غیر اسلامی عناصر کی شمولیت کو انتہائی معیوب خیال کرتے ہیں 9مارچ1916 ءکو شاہ سلیمان پھلواروی کے نام خط میں لکھتے ہیں:-

"بعض لوگوں نے ضرور غیر اسلامی عناصر اس میں داخل کر دیے ہیں غیر اسلامی عناصر کی وجہ سے ہی مغربی محققین نے تمام تصوف کو غیر اسلامی قرار دے دیا ہے اور یہ حملہ انہوں نے مذہب اسلام پر کیا ہے"۔(19)

عقائد اسلام میں ردوبدل نے علامہ اقبال کو اس لیے بھی مضطرب کیا کہ ان تعلیمات کے زیر اثر ملت اسلامیہ اپنے مقصد حیات سے پیچھے ہٹ گئی۔ تصوف کی اس شکل نے اقوام اسلامیہ کو مذہبی ،اخلاقی،اور تمدنی طور پر سخت نقصان پہنچایا۔

عجمی تصوف کی خود ساختہ تعلیمات کا مسلمانوں پر سب سے بڑا منفی اثر یہ ہوا کہ مسلمان روحانی طور پر اتنے کمزور ہو گئے کہ ان کا تیقن پارہ پارہ ہو گیا۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے مولوی سراج الدین پال کو لکھا:-

"مسلمان مردہ ہیں انحطاط ملی نے ان کے تمام قویٰ کو شل کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ وہ اپنے صید پر ایسا اثر کرتا ہے جس سے انحطاط کا مسحور اپنے قاتل کو اپنا مربی تصور کرنے لگتا ہے۔ یہی حال اس وقت مسلمانوں کا ہے"(۲۰)

عجمی تصوف کے زیر اثر دین ظاہری رسومات کی تجربہ گاہ بن گیا اور خلوص سے عاری ہو گیا ۔عبادت کا مقصود حصول ثواب ٹھہرا اور مسلمان جزا اور سزا کی ناپ تول میں بھٹکتا رہا۔ اسلام عبادت سے جذبہ عشق کو کشید کرنے کا متمنی ہے مسلمان قوم کو عجمی تصوف نے عشق کی تپش سے بے نیاز کر دیا۔ علامہ اقبال، اسلامی تصوف اور عجمی تصوف کا موازنہ خان نیاز الدین خاں کے نام خط میں یوں کرتے ہیں:

"اسلام نہایت سادہ مذہب ہے لیکن اس کی بدیہیات کے اندر ایسی ایسی مشکلات ہیں جن کی حقیقت کا سمجھنا آسان کام نہیں خاص کر ان لوگوں کے لیے جن کو عجمی بلندی خیالی کے افسوں نے محسوس فراموش کر دیا ہے"۔(21)

اسلام دین فطرت ہے یہ کھرے کھوٹے، درست اور غلط کی پہچان کراتا ہے۔ اسلامی روشن تعلیمات، انسان کے لیے باعث اطمینان ہیں اس کی تعلیمات انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہیں۔ اس لیے ان پر عمل کرنا انتہائی آسان ہے۔

اقبال کی شاعری فکر و عمل کے درس سے مزین ہے۔ وہ ملت اسلامیہ کو عمل پیہم کی ترغیب دیتے ہیں۔4جون 1929ء کو نذیر نیازی کو لکھے گئے خط میں تصوف کو لکھنے پڑھنے کی نہیں بلکہ کرنے کی چیز قرار دیتے ہیں ۔(22)

اقبال کے ہاں قابل قبول تصوف وہ ہے جو انسان کو با عمل بنائے اور ساتھ ہی اس کے عمل میں اخلاص پیدا کرے۔ فکر اقبال کا محور یہ ہے کہ مسلمان خدائے لم یزل کا خلیفہ اور نائب ہے۔ اس کائنات کے مختلف النوع امکانات کو بروئے کار لانا اس کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ مقام و منصب انسانی کا تقاضا ہے کہ انسان صرف اپنی بقاو تحفظ کی فکر نہ کرے بلکہ ملت کی پاسبانی کا فریضہ بھی انجام دے۔ مسلمانوں کو اپنے اعمال و کردار سے خود کو اس اہم منصب پر اہل ثابت کرنے کے لیے مرد مومن کی صفات عالیہ پیدا کرنا ہوں گی ۔

ظفر احمد صدیقی کو 12 دسمبر 1936 ء کو لکھے گئے خط میں علامہ اقبال اسلامی تصورات میں ہونے والی ملاوٹ اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی بے عملی پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "ہندی اور ایرانی صوفیا ویدانت اور بدھ مت کے زیر اثر مسلمان اس وقت عملی اعتبار سے ناکارہ محض ہیں۔ میرے عقیدے کی رو سے یہ تفسیر بغداد کی تباہی سے بھی زیادہ خطرناک تھی اور ایک معنی میں میری تمام تحریریں اس تفسیر کے خلاف ایک قسم کی بغاوت ہیں"۔(23)

عجمی تصوف کی تعلیمات کے زیر اثر مسلمان اقوام میں قوت عمل معدوم ہو گئی۔ عجمی تصوف کا پیدا کردہ ٹھہراؤ اور سکون کی روش اقبال کے نزدیک قوم کی موت ہے۔ قومی ترقی جس بیداری کی مرہون منت ہے وہ قوم کو جدوجہد پر آمادہ کرتی ہے اور کامل راستہ دکھاتی ہے۔ اس کامل راستے پر چل کر انسان اپنے اخلاق کو سنوارتا ہے اور یہی بیداری قوموں کا مزاج بدل کر انہیں عروج عطا کرتی ہے۔

عجمی تصوف نے خانقاہی زندگی کو رواج دیا ہے۔ یہ خانقاہی تصور اسلام کے بنیادی رکن جہاد کے منافی ہے تصوف کی یہ بگڑی صورت اللہ کے دین کی حفاظت پر مامور مجاہدین کی حوصلہ شکنی کا باعث بنی۔ اقبال ایسے اسلامی تصوف جو خالصتاً حسن عمل، اخلاص العمل اور تعلق باللہ سے جڑا ہو کے شیدائی ہیں۔ محمد اسلم جیراجپوری کو 18 مئی 1919 ء کو لکھا:

> "تصوف سے اگر اخلاص فی العمل مراد ہے تو کسی مسلمان کو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا ہے۔ ہاں جب تصوف فلسفہ بننے کی کوشش کرتا ہے اور عجمی اثرات کی وجہ سے نظام عمل کے حقائق اور باری تعالی کی ذات کے متعلق موشگافیاں کر کے کشفی نظریہ پیش کرتا ہے تو میری روح اس کے خلاف بغاوت کرتی ہے۔" (24)

علامہ اقبال ذات باری تعالیٰ سے عشق کو اپنا مسلک قرار دیتے ہیں۔ اسلامی تصوف کی بنیاد محبت الٰہی اور مکارم اخلاق پر مبنی ہے۔ مسلمان اپنے رب کی خوشنودی کے حصول کے لیے اس کے سامنے سربسجود ہوتا ہے اور خدمت خلق کو اپنا شعار بناتا ہے۔ اقبال کے نزدیک عشق کی بہترین مثال انسانوں کی باہمی محبت ہے۔ اقبال کو اپنے عہد میں مروج تصوف میں عشق و معرفت کا فقدان نظر آیا اسی عشق میں حدت و حرارت کی کمی کے باعث باری تعالیٰ کی ربوبیت ،الواہیت اور صفات پر سوالات اٹھائے گئے۔ 11 جنوری 1918 ءکو خواجہ حسن نظامی کے نام خط میں علامہ اقبال نے مسئلہ وحدت الوجود کے تناظر میں ہر شے کو ذات باری تعالیٰ کی عین قرار دینے پر تنقید کی اور اس بات پر زور دیا کہ قرآن سے بھی یہ ثابت نہیں۔(25)

وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے متعلق علامہ کے خیالات ان کے خطوط سے عیاں ہیں۔ علامہ اقبال کی ابتدائی شاعری میں وحدت الوجود کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اسرار خودی 1915ء اور رموز بے خودی 1918ء میں وہ وحدت الوجود کے مخالف نظر آتے ہیں لیکن زبور عجم 1927ء ،جاوید نامہ 1932ء اور ارمغان حجاز 1938 ءمیں پھر وحدت الوجود کے شواہد ملتے ہیں۔

محی الدین ابن عربی کے فلسفہ وحدت الوجود کے حوالے سے 24 فروری 1916 ءکو سلیمان پھلواروی کو لکھتے ہیں :

"حضرت شیخ کی تعلیمات قرآن کے مطابق نہیں ہیں اور نہ کسی تاویل و تشریح سے اس کے مطابق ہو سکتی ہیں"۔(26)

11 ستمبر 1914 ءکو خان نیاز الدین خاں کے نام خط میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر تبصرہ کرتے ہیں :

> "خدا کے سمیع و بصیر ہونے کا بھی قائل اور ساتھ اس کے اس بات کا بھی قائل کہ وہ ہستی ہر شے کی عین ہے۔ میرے نزدیک منطقی اعتبار سے کوئی آدمی ایک ہی وقت میں ان دونوں شقوں کا قائل نہیں ہو سکتا۔ میرا مذہب تو یہ ہے کہ یہ سارے مباحث مذہب کا مفہوم غلط سمجھنے سے پیدا ہوتے ہیں"(27)

تصوف روحانیت ،شریعت فنا، بقا اور خودی کے مباحث بھی علامہ اقبال کے پیش نظر ہیں ۔خط بنام ظفر احمد صدیقی 12 دسمبر 1936ء میں علامہ اقبال نے ان پر سیر حاصل بحث کی :

> "غلام قوم مادیات کو روحانیات پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد

قوت نفس اور روح انسانی کا ترفع ہو۔ بہر حال حدود خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے"۔(28)

اس طویل خط میں علامہ نے خودی میں احکام الٰہی کی شمولیت کے نتیجے میں حاصل ہونے والی رضائے الٰہی کی کیفیت کو فنا اور بقا کا نام دیا۔ اس خط میں وہ اس نکتے کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ ہندی اور ایرانی صوفیا نے تصور فنا، فلسفہ ویدانت اور بدھ مت سے اخذ کیا ہے۔(29)

علامہ اقبال نے عجمی تصوف کے تحت اسلامی تعلیمات کی نفی کرنے والے ادبی نصب العین پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ ان کی عجمی تصوف پر تنقید کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے زیر اثر تخلیق کردہ ادب کا خاصہ سکون پرستی اور قناعت کوشی ہے۔ 11 جون 1918ء کو اکبر الٰہ آبادی کو لکھا:

"عجمی تصوف سے لٹریچر میں دلفریبی اور حسن و چمک پیدا ہوتا ہے مگر ایسا کہ طبائع کو پست کرنے والا ہے۔ اسلامی تصوف دل میں قوت پیدا کرتا ہے اور اس قوت کا اثر لٹریچر پر ہوتا ہے" ۔(30)

اس ضمن میں منشی سراج الدین کو 4 اکتوبر 1915 ء میں لکھا:

"ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی تاثرات کے اثر میں ہیں ان کو عربی اسلام سے اور اس کے نصب العین اور غرض وغائیت سے آشنائی نہیں۔ ان کے لیٹریری آئیڈیل بھی ایرانی ہیں اور سوشل نصب العین بھی ایرانی ہیں"۔(31)

علامہ نے مثنوی "اسرار خودی" کے پہلے ایڈیشن میں فارسی شاعر حافظ شیرازی کے پیش کردہ نظریہ حیات کی مخالفت میں اشعار لکھے۔ حافظ کا نظریہ حیات اسلام کے درس عمل اور جستجو کی لگن کی نفی کرتا ہے اقبال کا خیال ہے کہ کلام حافظ نے مسلمانوں میں حرکت و عمل سے گریز کے رویے کو فروغ دے کر انہیں پست ہمت بنایا۔ امت مسلمہ کی اصلاح کا خواب انقلاب کے ذریعے شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔ اقبال کا خیال ہے کہ انقلاب کا یقیں محکم اور عمل پیہم کے بغیر رونما ہونا ناممکن ہے۔

علامہ کے نزدیک تصوف کی بہترین قسم وہ ہے جو اسلامی اقدار کی امین اور پاسدار ہو۔ جس سے انسان کی اخلاقی تربیت ہو اور جو انسان کو اوصاف حمیدہ کے حصول کے لیے باعمل بنائے۔ 13 فروری 1914 ء کو خان نیاز الدین کو لکھے گئے خط میں ایسے ادب کی تحسین کرتے

ہیں جو انسان میں اخلاق و عمل کی جوت جگائے۔ تصوف کی ادبیات کا وہ حصہ جو اخلاق و عمل سے تعلق رکھتا ہے علامہ اسے نہایت قابل قدر قرار دیتے ہیں۔(32)

اسلامی تصوف اور عجمی تصوف کے عقائد ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۔ان کی تعلیمات میں بھی کسی قسم کا اشتراک دکھائی نہیں دیتا بلکہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں ۔پہلا انسان کو باعمل جبکہ دوسرا بے عمل بناتا ہے۔

عجمی تصوف کے زیر اثر تخلیق ہونے والا ادب قوم کو حیات نو بخشنے کی بجائے انہیں سہل پسند تن آسان اور حجرہ نشین بناتا ہے۔ مسلمانوں نے اہل فرنگ کی مادہ پرستی کے فریب کے رد عمل میں ترک دنیا میں پناہ لی۔ عجمی تصوف کی زندگی کے حقائق سے فرار نے رہبانیت کو فروغ دیا۔ علامہ اپنا مسلک وہی قرار دیتے ہیں جو قرآن کا ہے۔(33)

تصوف کی اصطلاح بہت بلیغ ہے۔ اسلام انسان کے گھر بار، اہل و عیال ،خویش واقارب کو چھوڑ کر اپنے بشری تقاضوں کو نظر انداز کر کے جنگلوں اور بیابانوں کا رخ کرنے کی ممانعت کرتا ہے۔ اسلام حقوق اللہ اور حقوق العباد کے توازن سے عبارت ہے۔ اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ عجمی تصوف ترک دنیا پر اکساتا ہے جب کہ اسلامی تصوف عمل اور اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعے معاشرے کو رونق بخشنے کا داعی ہے۔ عجمی تصوف کے تصور رہبانیت کا دین اسلام سے مطلق تعلق نہیں ۔

عجمی تصوف کے غیر اسلامی عناصر نے کبھی مذہبی رنگ اختیار کیا اور کبھی ثقافتی چولا پہن کر ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو متاثر کیا۔ عجمی تصوف کے زیر اثر قبر پرستی کو فروغ ملا۔ مسلمانوں کی اصلاح کے پیشِ نظر 8 جون 1918ء کو ایک خط میں علامہ محمد دین فوق کو اس اہم موضوع پر قلم اٹھانے کی ترغیب دیتے ہیں:

> "کشامرہ کی قبر پرستی ایک ایسا مضمون ہے جس پر جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ نے اب
> تک کچھ نہیں لکھا اس طرف سب سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔"(34)

علامہ اقبال اسلام کے علمبردار اور حقیقی معنوں میں اسلامی تعلیمات سے آشنا علماء کرام کی آمد کے سلسلے کے منقطع ہونے پر آزردہ ہیں۔ وہ ایسے علماء کی آمد کے منتظر رہے جن کے قلوب دین اسلام سے منور اور قول و عمل میں اس کی تعلیمات کی جھلک واضح ہو۔ ایسے علماء جو مسلمانوں کے قلب کو گرمانے اور روح کو تڑپانے کے اوصاف سے مالا مال ہوں رب العالمین کا خصوصی انعام ہوتے ہیں۔ دین کی حقیقی روح سے روشناس کرانے والے علماء کے میسر نہ ہونے پر اقبال کی بے چینی خط بنام اکبر الہ آبادی سے عیاں ہے:۔

"پنجاب میں علماء کا پیدا ہونا بند ہو گیا ہے اور اگر خدا تعالی نے کوئی خاص مدد نہ کی اور آئندہ 20 سال نہایت خطرناک نظر آتے ہیں۔ صوفیا کی دکانیں ہیں مگر وہاں سیرت اسلامی کی متاع نہیں بکتی۔"(35)

رفتہ رفتہ علماء کی جگہ پیری مریدی نے مسلمانوں پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ اقبال کے لیے یہ عمل بہت تکلیف دہ ہے کہ جن مسلمانوں کے آبا نے کلمتہ اللہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم علماء سے پائی اور بدقسمتی سے آج کے علمائے دنیاداری میں مست ہیں۔

درست اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دینے والے علماء دین کے اور صوفیا کے درمیان پائی جانے والی مقابلہ بازی نے بھی مسلمانوں کو تقسیم کر دیا اور وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے اور تفرقہ میں نہ پڑنے کے حکم ربی کو فراموش کر بیٹھے۔ لسان العصر اکبر الہٰ آبادی کو اقبال اپنی تشویش سے آگاہ کرتے ہیں کہ کئی صدیوں سے صوفیا اور علما میں طاقت کے حصول کے لیے جاری رسہ کشی میں صوفیا کی جیت سے علمائے دین کی اہمیت کم ہو گئی۔(36)

اسلام پر عجمی تصوف سے متاثر ظاہر پرست ملانے اپنی اجارہ داری قائم کر لی اور دین کی کمان ایسے افراد کے ہاتھ آگئی جو اسلام کی اصل روح سے خود بیگانہ ہیں۔ اقبال کو افسوس ہے کہ علماء اور صوفیا اپنے درست فرائض کی بجاآوری سے قاصر ہیں۔ اس لیے غیر اسلامی تصوف کے ہاتھوں دین کی حرمت پامال ہوئی ۔ اقبال یہ شکوہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ علماء اور صوفیا اسلامی سیرت کے احیاء کی کوشش سے منحرف ہو گئے۔ عجمی تصوف میں رائج مراقبوں پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اقبال لکھتے ہیں:

"مراقبوں کے ان طریقوں کی نوعیت بالکل غیر اسلامی ہے اور اعلی درجے کے صوفیا ان کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے "۔(37)

مسلمانوں کی مذہبی ابتری نے علامہ اقبال کو افسردہ کر رکھا ہے ان کی افسردگی مایوسی کی حدوں کو چھونے لگی ہے۔ علامہ اقبال نے مایوسی کا اظہار 20 جنوری 1938 ءکے خط بنام خان نیاز الدین خاں میں یوں کیا :۔

"مسلمانان ہند کے دل و دماغ پر عجمی تصوف غالب ہے وہ عربیت کے تخیلات کو سمجھنے سے قاصر ہیں مجھے یقین ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ بھی دوبارہ پیدا ہو کر اس ملک میں اسلام کی تعلیم دیں تو غالبا اس ملک کے لوگ اپنی موجودہ کیفیت اور اثرات کے ہوتے ہوئے حقائق اسلامیہ کو نہ سمجھ سکیں گے "۔(38)

اقبال ملت اسلامیہ کو دین کی حقیقی تعلیمات سے روشناس کرانے کا فریضہ انجام دینے کے لیے کسی مذہبی شخصیت کی آمد کے منتظر ہیں۔ ایسے مذہبی رہنما کے بارے میں 18مارچ1936ء کو سید سیلمان ندوی کو لکھا:

"اس وقت دنیا اسلام میں کوئی خاص مذہبی شخصیت نہیں جو طبائع کے اس انقلاب کو ٹھیک رستہ پر لگائے غرضیکہ اس وقت مذہبی اعتبار سے دنیائے اسلام کو راہنمائی کی سخت ضرورت ہے۔" (39)

علامہ اقبال جیسے شیدائی اسلام اور محافظِ اسلام مرد مسلمان کے لیے کسی ایسے غیر اسلامی رجحان کو قبول کرنا ممکن نہیں جس میں اسلام کی حیثیت ثانوی ہو۔20مئی 1918ء کو مہاراجہ کشن پرشاد کے نام خط میں اس امر پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ بعض ناواقف لوگوں نے ان کے شاعرانہ موضوعات کو تصوف مخالف قرار دیا۔(40)

9مارچ 1914ء کو شاہ سلیمان پھلواروی کو وضاحت دی کہ وہ حقیقی اسلامی تصوف کے مخالف نہیں بلکہ وہ خود بھی صوفیا کے معروف سلسلہ قادریہ سے بیعت ہیں۔(41)

الغرض خطوط اقبال سے واضح ہے کہ علامہ اقبال اسلامی تصوف اور صوفیاء کرام کے خوشہ چیں ہیں لیکن غیر اسلامی عجمی تصوف کی بیخ کنی کو اپنا فرض سمجھتے ہیں وہ حقیقی اسلامی تصوف کے حیات افزا عناصر کو حیات کش عناصر میں بدلنے والے عجمی تصوف کے مخالف ہیں۔ خطوط اقبال کے تناظر میں فکر اقبال کے جائزہ سے ثابت ہوا کہ علامہ اقبال اسلامی تصوف کے حامی ہیں اور اسے عین اسلامی قرار دیتے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

1. خلیفہ عبدالحکیم: فکر اقبال،(لاہور: مشتاق بک کارنر،2015ء)، ص 11
2. رفیع الدین ہاشمی: خطوط اقبال،(نئی دہلی: اقبال صدی پبلی کیشنز،،1977ء)، ص 57
3. بشیر احمد ڈار: انوار اقبال،(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان ،1977ء)، ص 287
4. مظفر حسین برنی(مرتب): کلیات مکاتیب اقبال،(جلد اول، اردو اکادمی دہلی،1989ء)، ص 38
5. مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خاں، بزم اقبال لاہور،1954ء)، ص 2
6. شیخ عطاءاللہ: اقبال نامہ حصہ دوم،(لاہور: شیخ محمد اشرف تاجر کتب،1951ء)، ص 78
7. شیخ عطاءاللہ: اقبال نامہ حصہ اول،(لاہور: شیخ محمد اشرف تاجر کتب،1945ء)، ص 233

8. اقبال نامہ حصہ اول، ص 110

9. محمد حامد: افکار اقبال، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1986ء)، ص، 110

10. ایضاً

11. فکر اقبال، ص 217

12. یوسف سلیم چشتی: شرح بانگ درا، (لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، س ن)، ص 10

13. اقبال نامہ حصہ اول، ص 41

14. رحیم بخش شاہین: ارمغان اقبال، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1991ء)، ص 5

15. اقبال نامہ حصہ دوم، ص 176

16. ایضاً

17. مکاتیب اقبال، ص 1

18. اقبال نامہ حصہ دوم، ص 44

19. انوار اقبال، ص 181

20. اقبال نامہ حصہ اول، ص 43

21. مکاتیب اقبال، ص 53

22. سید نذیر نیازی، مکتوبات اقبال، کراچی: اقبال اکیڈمی، 1957ء، ص10

23. انوار اقبال، ص 218

24. اقبال نامہ حصہ اول، ص 54

25. انوار اقبال، ص 54

26. انوار اقبال، 178

27. انوار اقبال، 178

28. مکاتیب اقبال، ص 6

29. انوار اقبال، ص 617

30. اقبال نامہ حصہ دوم، ص 55

31. اقبال نامہ حصہ اول، ص 24

32. مکاتیب اقبال، ص 2

33. کلیات مکاتیب اقبال جلد دوم، ص 356

34. انوار اقبال، ص 65

35. اقبال نامہ حصہ دوم، ص 48

36. ایضاً ص، 33

37. علامہ اقبال: فلسفہ عجم، مترجم میر حسن الدین، (بک کارنر جہلم، 2013ء)، ص 1-8

38. مکاتیب اقبال، ص 53

39. اقبال نامہ، حصہ اول، ص 144

40. اقبال نامہ، حصہ دوم، 190

41. انوار اقبال، ص 181

ماخذات

اقبال، علامہ: فلسفہ عجم، مترجم میر حسن الدین، جہلم: بک کارنر، 2013ء

برنی، مظفر حسین (مرتب): کلیات مکاتیب اقبال، دہلی: جلد اول، اردو اکادمی، 1989ء

خلیفہ عبد الحکیم: فکر اقبال، لاہور: مشتاق بک کارنر، 2015ء

ڈار، بشیر احمد: انوار اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1977ء

شاہین، رحیم بخش: ارمغان اقبال، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1991ء

عطاءاللہ، شیخ، اقبال نامہ حصہ اول، لاہور: شیخ محمد اشرف تاجر کتب، 1945ء

عطاءاللہ، شیخ، اقبال نامہ حصہ دوم، لاہور: شیخ محمد اشرف تاجر کتب، 1951ء

محمد حامد، افکار اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1986ء

مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خاں، لاہور: بزم اقبال، 1954ء

نذیر نیازی، سید: مکتوبات اقبال، کراچی: اقبال اکیڈمی، 1957ء

ہاشمی، رفیع الدین: خطوط اقبال، نئی دہلی: اقبال صدی پبلی کیشنز،، 1977ء

یوسف سلیم چشتی: شرح بانگ درا، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، س ن